وکالت کی تحقیق فقہا کرام کی نظر میں

Wakalat in the Views of jurisprudence and religious scholars

امتیاز احمد کھوسہ[*]

ABSTRACT:

There has been described the meaning of Wakalat and its type. Who can be agent? What are the conditions of it? How it can be used? Where it is used? How it can be eliminated? What is the status of it in Current kinds of Cards? In which things the wakalat will be eligible.Allah has permitted for wakalat as it was mentioned in this article, because it is a necessary need of a human being without it one never can do all around his works, issues and important goods. For Wakalat it is very credible that Wakeel must has experience in the relevant subject without experience he can give countless loss for his Mowakkil, as well as be eligible, trustful, honest, sensible, aware of current affairs. Existence of wakalat has been described by all jurisprudence and religious scholars divided Wakalat in two types (1) common Wakalat (2) special Wakalat and their command according to the holy Quraan and sunnat. What is the command of wakalat in almighty Allah's affairs? Is it allowed or prohibited according to the Islamic point of view.

Keywords: WAKALAT, conditions, jurisprudence, religious scholars.

علامہ سرخسیؒ نے لکھا ہے کہ الوکالۃ کی جمع وکلاء ہے، لغت میں حفاظت کرنے کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے[1]۔

علامہ کاسانیؒ نے لکھا ہے: التفویض اول حفظ کما فی قولہ عز و جل" قالوا حسبنا اللہ و نعم الوکیل."ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ". ای الحافظ. وقولہ سبحانہ و تعالیٰ "لاالہ الا ھو فاتخذہ وکیلا. "۔۔۔۔الخ [2]

ترجمہ: وکالت کا معنی حفاظت کرنے کے ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے کہ "نہیں ہے کوئی مگر وہی ہے۔" پھر تو اسی کو اپنے حفاظت کرنے والا بنا۔" سپرد اور حوالے کرنے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے، جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ اس نے فلاں کو اپنا کام سپرد اور حوالے کیا۔ اعتماد و بھروسہ کا معنی بھی آتا ہے، جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ میں نے اللہ پر بھروسہ و اعتماد کیا، جس طرح حضرت ہود علیہ السلام نے اپنے قوم سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ بے شک میں اپنے اور تمہارے رب پر بھروسہ کرتا ہوں۔

علامہ کاسانی نے وکالت کی لغوی معنی کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے: وھی الحفظ لغۃ یعنی وکالہ لغت میں حفاظت کرنے کے معنی میں آتا ہے[3]۔ علامہ ابنِ ہمام "وکالت" کی لغوی تعریف اس طرح لکھتے ہیں:

والوکالۃ لغۃ بفتح الواو وکسرھا اسم للتوکیل وھو تفویض أمرك إلی من وکلتہ اعتمادا علیہ فیہ ترفھا منك[4]

[*]Ph.D Scholar, Department of Uloom-e-Islami, University of Karachi.
Email: aijaz.khoso80@gmail.com

ترجمہ: وکالۃ لغت میں واو کے فتح اور کسرہ دونوں کے ساتھ آتا ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے شخص پر اعتماد اور بھروسہ کرتے ہوئے اپنا کام بڑھانے کی غرض سے کوئی ذمہ داری اسکو سونپے۔

فتاوی ہندیہ میں ہے کہ :اما معنی و شرعا فھو اقامة الانسان غیر مقام نفسه فی تصرف المعلوم حتی ان التصرف ان لم یکن معلوم یثبة به ادنی تصرفات الوکیل وھو الحفظ و ذکر فی المبسوط وقد قال علماؤنا فی من قال الآخر و کلتك بمالی أنه یملك بھذا اللفظ الحفظ فقط کذافی النھایه[5].

ترجمہ: معلوم امور میں کوئی شخص کسی دوسرے کو اپنا نائب مقرر کرے۔ اگر وکیل کا کام مؤکل نے متعین نہیں کیا ہے تو وکیل کیلئے خود بخود ادنیٰ سے ادنیٰ ذمہ داری ثابت ہو جائیگی وہ ہے مؤکل کے مال کی حفاظت کرنا، جیسا کہ صاحبِ مبسوط نے لکھا ہے کہ ہمارے علماء نے اس قول کا یہی مطلب لکھا ہے کہ مثلاً کسی شخص نے کسی دوسرے کو کہا کہ میں نے تمہیں اپنے مال کا وکیل بنایا تو یہ قول کم از کم مؤکل کے مال کی حفاظت پر دال ہے۔ اور اسی طرح نھایہ میں بھی مذکور ہے۔

صاحب کنز الدقائق نے وکالۃ کی تفصیل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :صح التوکیل وھو اقامة الغیر مقام نفسه فی التصرف ممن یملکه اذا کان الوکیل یعقد العقد ولو صبیا او عبدا محجور ایملك ما یعقد ھو بنفسه وبالخصومة فی الحقوق برضاء الخصم الا ان یکون المؤکل مریضا أو غائبا مدة السفر أو مریدا للسفر او مخدورة وباء یفائھا واستیفائھا الا فی حد وقود والحقوق فیما یضیفه الوکیل الیٰ نفسه کالبیع والاجارة والصلح عن الاقرار تتعلق بالوکیل ان لم یکن محجور اکتسلیم المبیع و قبضه و قبض الثمن والرجوع عند الاستحقاق و الخصم فی العیبة[6].

ترجمہ: وکالت صحیح اور جائز ہے۔ وکالت کہا جاتا ہے کہ اپنی ہی چیز کے تصرف میں کسی کو نائب بنانا۔ اگر وکیل نے کوئی معاملہ کر لیا اس حال میں کہ وہ بچہ تھا یا آقا کی طرف سے پابندی لگا ہوا غلام تھا تو معاملہ کر لینے کے بعد وہ اس چیز کا مالک بن جائیگا۔ اور تنازعات والے حقوق میں مخالف فریق کی رضامندی سے وکالت صحیح ہو سکتا ہے اور مؤکل کی بیماری کی حالت میں، اسکے سفر میں یا روپوشی کی صورت میں وکیل کی طرف سے کسی بھی حق کی ادائیگی کرنا یا اس وکیل سے کسی بھی حق کا مطالبہ کرنا سوائے حد اور قصاص کے جائز ہے۔ اگر وکیل کو مؤکل کی طرف سے کسی خاص کام کا پابند نہ کیا گیا ہو تو وہ حقوق جو کہ وکیل کے ساتھ متعلق ہوتے ہیں ان میں سے ان میں سے ایک بیع ہے، اجارہ ہے اور اقرار کا صلح ہے۔ بیع میں مثلاً وکیل مبیع حوالے اور اس پر قبضہ کر سکتا ہے، ثمن پر قبضہ کرنے کا حق اور مستحق ہونے کے وقت ثمن سے رجوع کرنے کا حق بھی اسکو حاصل ہے۔ اور مبیع میں عیب نکلنے کی صورت میں یہ خصم بھی بن سکتا ہے۔

علامہ کاسانی نے وکالہ کی شرعی واصطلاحی معنٰی مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے:

وفی الشرع عبارة عن اقامة الغیر مقامه فی تصرف معلوم[7].

ترجمہ: شرعاً وکالہ کا مفہوم یہ ہے کہ معلوم تصرفات میں کسی شخص کو اپنا نائب بنانا۔ اگر تصرف معلوم نہ ہو تو پھر وکیل کے ذمے مؤکل کے مال کی حفاظت کرنا لازم ہے۔

علامہ ابنِ ہمام وکالہ کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

والوکالة شرعاً عند الحنفية : فهی عبارة عن اقامة الانسان غيره مقام نفسه فی تصرف معلوم[8].

ترجمہ: حنفیہ کے ہاں شرعاً وکالت کہا جاتا ہے کہ کوئی شخص خود کام کرنے کے بجائے کسی دوسرے شخص کو اپنے کام کا قائم مقام بنائے۔

اسی طرح علامہ شامی کہتے ہیں کہ:

عرفها الشافعية بأنها: تفويض ماله و فعله مما يقبل النيا بة الى غيره ليفعله فی حيا ته. عرفها المالكية بأنها : نيا بة فی حق غير مشروطه بموته ولا امارة. عرفها الحنابلة بأنها استنابة جائز التصرف مثله فيما تدخله النيابة[9].

ترجمہ: شوافع کے ہاں وکالہ کہا جاتا ہے کہ کوئی شخص اپنی زندگی میں کسی دوسرے شخص کو ایسے امور کی سرانجامی کیلئے نائب مقرر کرے کہ جس میں نیابت قبول کرنے کی صلاحیت ہو۔ مالکیہ کے ہاں وکالہ کہا جاتا ہے کہ کسی کو ایسے حقوق میں اپنا نائب بنانا جو کہ مؤکل کی موت یا اسکی امارت کے ساتھ مشروط نہ ہوں۔ حنابلہ کے ہاں وکالہ کہا جاتا ہے کہ کسی شخص کو جائز امور کا جائز عمل میں اپنا نائب بنانا، لیکن عمل بھی ایسا ہو جو کہ نائب بننے کے اہل ہو۔

کتابِ باری تعالیٰ سے وکالہ کا اثبات اس طرح ہے:

فابعثوا أحدكم بورقكم هذه الى المدينة[10].

ترجمہ: کہ تم اپنے میں سے کسی کو پیسے دیکر اس شہر کی طرف (کوئی چیز خریدنے کیلئے) بھیجو۔

شرائع ماقبل ہمارے لئے دلیل وحجت اسوقت تک ہیں کہ جب تک ہماری شریعت میں انکے خلاف کوئی حکم نہ آجائے تو اصحابِ کہف کے واقعے سے وکالت کی مشروعیت کا اثبات ہے۔ اسی طرح سورۃ نساء میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: فابعثوا حكماً من أهله وحكماً من أهلها[11]۔ مذکورہ آیت کی تشریح سے علماءِ مفسرین نے وکالہ کا اثبات فرمایا ہے، جیسا کہ تفسیرِ رازی میں علامہ رازی نے اس کو مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

وعلى ہذا هو وكالة كسائر الوكالات[12]۔ اس کا حکم دوسرے تمام وکالات کی طرح ہے۔

سنتِ رسول ؐ سے وکالہ کا اثبات ثابت کرتے ہوئے علامہ سرخسی صاحبِ مبسوط لکھتے ہیں:

وأما السنة فما روى عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه وكل حكيم بن حزام رضى الله عنه ـ بشراء الأضحية....الخ[13]

ترجمہ: حدیث سے یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ آپؐ نے حضرت حکیم بن حزامؓ کو قربانی کی جانور کی خریداری کرنے کیلئے اوکیل بنا کر بھیجا۔

جس طرح کہ آپؐ نے حضرت عمر بن امیہ الضمریؓ کو حضرت ام حبیبہ بنتِ ابی سفیانؓ سے نکاح کا پیغام پہنچانے کیلئے وکیل بنا کر بھیجا۔ اور اسی طرح آپؐ نے حضرت عروۃ بارقیؓ کو بکری خریدنے کیلئے وکیل بنا کر بھیجا۔ اور نبی دوعالم سرورِ کونینؐ نے حضرت ابو رافعؓ کو حضرت میمونہ بنتِ حارثؓ سے نکاح کرنے کیلئے مدینہ سے نکلنے سے پہلے وکیل بنا کر بھیجا۔ اور حضرت فاطمہ بنت قیسؓ کو اسکے شوہر نے طلاق دیدی تھی۔ طلاق دینے کے بعد اسکا شوہر یمن چلا گیا، لیکن اپنی مطلقہ بیوی کے نان نفقے کے اخراجات کو برداشت کرنے کیلئے اپنے بھائی کو اپنا وکیل بنا کر پھر گیا۔ تو مذکورہ تمام احادیثِ مبارکہ سے وکالہ کا اثبات ہو رہا ہے۔ علماء وکالہ کی حمایت کرتے ہوئے علامہ ابنِ قدامہ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب المغنی میں لکھا ہے:

وأجمعت الأمة على جواز الوكالة في الجملة. ولأن الحاجة داعية إلى ذلك؛ فإنه لا يمكن كل واحد فعل ما يحتاج إليه، فدعت الحاجة إليها[14].

ترجمہ: وکالہ کی ضرورت اس لئے بھی ہے کہ ہر انسان اپنے تمام امور بذاتِ خود سرانجام دینے سے قاصر رہتا ہے، اس لئے اسکی ضرورت انسان کو پڑتی ہے۔

علامہ ابنِ ہمام نے اپنی مایہ ناز تصنیف "فتح القدیر" میں رقمطراز ہیں،

قال المصنف رحمه الله في تعليل جواز الوكالة فيما ذكره (لأن الإنسان قد يعجز عن المباشرة بنفسه على اعتبار بعض الأحوال) بأن كان مريضا أو شيخا فانيا أو رجلا ذا وجاهة لا يتولى الأمور بنفسه (فيحتاج إلى أن يوكل غيره) فلو لم يجز التوكيل لزم الحرج وهو منتف بالنص (فيكون) أي الإنسان (بسبيل منه) أي من التوكيل (دفعا لحاجته) ونفيا للحرج[15].

ترجمہ: وکالہ کے جائز ہونے کی وجہ یہی ہے کہ کوئی بھی انسان ذات اپنی تمام حوائج وضروریات خود اکیلے پایہء تکمیل تک نہیں پہنچا سکتا ہے جسکی کافی اور مختلف وجوہات ہو سکتی ہیں، جیسا کہ کوئی شخص مریض ہو، بالکل بوڑھا ہو، ایسا آدمی ہو جو کہ عزت واحترام اور بڑے مرتبے والا ہو اور وہ اس رتبے کی وجہ سے اپنے کام خود نہیں کرنا چاہتا ہے تو اسکو کسی آدمی کی مدد کی ضرورت پڑتی ہے، جسکی وجہ سے وہ کسی کو اپنا وکیل ونائب بناتا ہے جو کہ اسکے یعنی اپنے مؤکل کے تمام امور سرانجام دینے کی ذمہ داری اپنے اوپر لیتا ہے۔ اگر وکالہ کو شریعتِ مطہرہ ناجائز قرار دیتی تو لوگ بہت تنگی ومشکلات میں پڑ جاتے جو کہ نصِ شارع کے بھی خلاف ہو جاتا، اس لئے اس حرج ومشکل کو دور کرنے کیلئے شریعت نے اسکی اجازت عطا فرمائی ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی لکھتے ہیں:

الأصل في الوكالة الإباحة، وقد تصبح مندوبة إن كانت إعانة على مندوب. وقد تصير مكروهة إن أعانت على مكروه، وقد تكون حراما إن أعانت على حرام، وقد تكون واجبة إن دفعت ضررا عن الموكل[16].

ترجمہ: وکالت میں اصل اباحت ہے، اگر کسی کی مدد واعانت کسی مستحب کام پر کی جائے تو یہ وکالہ مندوبہ ہے، اسی طرح اگر اعانت کسی مکروہ کام پر ہو تو یہ وکالۃ مکروہ ہے، حرام وناجائز کام پر کسی کی اعانت کی جائے تو یہ وکالۃ حرام ہے۔ اگر مؤکل کو کوئی خطرہ لاحق ہو گیا ہو تو ایسی صورت میں مؤکل کو خطرہ سے بچانا وکیل پر واجب ہو جائیگا۔ تو اس صورتِ حال میں وکالہ واجب ہو جائیگا۔

وکالہ کے ارکان:

علامہ کاسانی کہتے ہیں کہ: فهو الإيجاب والقبول فالإيجاب من الموكل أن يقول:"وكلتك بكذا" أو "افعل كذا ۔۔۔۔الخ ونحوه۔ وکالہ کے ارکان ایجاب وقبول ہیں، لیکن ایجاب مؤکل کی طرف سے ہوتا ہے مثلاً یہ کہے کہ میں تجھے فلاں کام کا وکیل بنایا یا میں نے تجھے فلاں کام کرنے کی اجازت دیدی ہے کہ تو فلاں کام کا میری طرف سے وکیل بن جاو غیرہ۔ قبول وکیل کی طرف سے ہوتا ہے مثلاً وہ اس طرح کہے کہ میں نے قبول کر لیا ہے، یا ان الفاظ کے قائم مقام کچھ اور الفاظ کہے جو قبولیت کی طرف سے مشیر ہوں۔ شرح المجلۃ کے مصنف الفقیہ محمد خالد الاتاسی لکھتے ہیں: ركن التوكيل الايجاب والقبول وهو أن يقول الموكل وكلتك بهذ الخصوص فا ذا قال الوكيل قبلت أوقال كلاماً آخر يشعر با لقبول تنعقد الوكالة[17]۔

وقد يكون معلقا بالشرط،نحو أن يقول: " إن قدم زيد؛ فأنت وكيلي في بيع هذا العبد "وقد يكون مضافا إلى وقت بأن يقول:"وكلتك في بيع هذا العبد غدا "، ويصير وكيلا في الغد فما بعده، ولا يكون وكيلا قبل الغد؛ لأن التوكيل إطلاق التصرف، والإطلاقات مما يحتمل التعليق بالشرط والإضافة إلى الوقت كالطلاق، والعتاق وإذن العبد في التجارة، والتمليكات كالبيع والهبة والصدقة والإبراء عن الديون، والتقييدات كعزل الوكيل، والحجر على العبد المأذون[18].

ترجمہ: وکالہ کبھی معلق بالشرط ہوتا ہے مثلاً یوں کہا جائے کہ اگر زید آیا تو آپ میرے اس غلام کے بیچنے کے وکیل ہیں کبھی وکالہ کو مستقبل کی طرف منسوب کیا جاتا ہے مثلاً یوں کہا جائے کہ میں آنے والے کل کے لئے آپ کو اس غلام کے فروخت کرنے کا وکیل بناتا ہوں تو وکیل آنے والے کل اور اسکے مابعد وکالت کے امور سرانجام دیگا نہ کہ آئندہ کل سے پہلے، کیونکہ توکیل مطلق تصرفات کرنے کا احتمال رکھتا ہے اور جو چیز مطلق تصرف کا احتمال رکھتا ہو تو وہ تعلیق بالشرط اور اضافت الی الوقت کا بھی احتمال رکھتا ہے، جیسا کہ طلاق، آزاد، ماذون العبد فی التجارۃ اور وہ چیزیں جن سے ملکیت ثابت ہوتی ہے مثلاً بیع، ہبہ، صدقہ، ابراء عن الدیون اور قیودات مثلاً وکیل کو معزول کر لینا، عبد مأذون فی التجارۃ پر پابندی لگا دینے کا بھی احتمال رکھتا ہے۔

صاحبِ مغنی المحتاج لکھتے ہیں:(ولا يصح تعليقها بشرط)من صفة أو وقت كقوله: إذا قدم زيد أو جاء رأس الشهر فقد وكلتك بكذا، أو فأنت وكيلي فيه (في الأصح) كسائر العقود[19].

ترجمہ: امام شافعی کے ہاں وکالہ کو کسی بھی شرط،وصف یا وقت کے ساتھ معلق کرنا درست نہیں ہے، مثلاً یہ کہا جائے کہ اگر زید آیا یا فلاں مہینے کی ابتداء ہوئی تو آپ میرے فلاں کام کے وکیل ہیں۔ تمام عقود کی طرح اس میں بھی جائز نہیں ہے۔

علامہ ابنِ نجیم نے لکھا ہے:ولهذا لو وكل انساناً بقبض دينه ،فأبي أن يقبض ثم ذهب ، فقبض لم يبرأ الغريم لأنه ارتدبا لردثم الركن يكون مطلقا[20].

ترجمہ: اگر وکیل نے اس وقت تو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا پھر بعد میں جا کر مؤکل کی طرف سے وکیل بن کر مقروض سے مؤکل کا قرضہ لیکر آیا تو اس صورت میں مقروض قرضہ سے بری نہیں ہو گا، کیونکہ اس نے منع کر کے انکا کر دیا جسکی وجہ سے وکالت کا رکنِ "قبول" مطلق ہو گیا۔

پروفیسر ڈاکٹر وھبۃ الزحیلیؒ لکھتے ہیں:ويجوز بالاتفاق قبول الوكالة على الفور والتراخي؛ لأن قبول وكلائه صلّى الله عليه وسلم كان بفعلهم، وكان متراخياً عن توكيله إياهم.فإذا لم يوجد الإيجاب والقبول لا يتم العقد[21].

ترجمہ: آپ ؐ کے عمل سے ثابت ہونے کی وجہ سے کسی کے طرف سے وکیل بننے کے آفر کو فی الفور یا بالتاخیر قبول کیا جاسکتا ہے۔ اگر مجلسِ عقد میں ایجاب و قبول نہیں کیا گیا تو وکیل کا یہ عقد تام نہیں ہو گا۔

مذکورہ بالا عبارت سے اس بات کا اثبات ہو رہا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کی طرف سے بننے کے آفر کو چاہے تو اس وقت قبول کرے چاہے تو بعد میں غور و فکر کرنے بعد قبول کرے، لیکن جو کوئی فیصلہ کیا جائے تو وہ مجلسِ عقد میں کیا جائے تاکہ عقد تام ہو۔

وللوكالة عند الجمهور أربعة أركان: هي الموكل والوكيل والموكل فيه والصيغة[22].

ترجمہ: جمہور کے ہاں وکالت کے ارکان چار ہیں: مؤکل، وکیل، مؤکل فیہ اور صیغہ توکیل۔

علامہ ابنِ نجیم لکھتے ہیں:ومن أحكامها صحة تعليقها وإضافتها فتقبل التقييد بالزمان والمكان........ الخ[23]

ترجمہ: وکالہ کو وقت کے ساتھ یا کسی خاص مکان کے ساتھ متعین کرنا جائز ہے۔

علامہ ابنِ ہمام وکالۃ بالاجرۃ کے لیے لکھتے ہیں کہ:والصواب أن مراد صاحب العناية هو أنه قد يكون في نفس الوكالة التعاوض كما إذا أخذ الوكيل الأجرة لإقامة الوكالة فإنه غير ممنوع شرعا، إذ الوكالة عقد جائز لا يجب على الوكيل إقامتها فيجوز أخذ الأجرة فيها، بخلاف الشهادة فإنها فرض يجب على الشاهد أداؤها فلا يجوز فيها التعاوض أصل.صاحبِ عنایہ کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ نفسِ وکالت میں عوض لینے میں کوئی حرج نہیں ہے یعنی کہ اگر وکیل نے پیسے لیکر وکالت کی ہو تو اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ وکالت عقدِ جائز ہے اور اس پیشے کا عوض لیکر اختیار کرنا شرعاً جائز ہے۔ بخلاف گواہی کہ یہ شاہد پر

لازم اور واجب ہے جس میں عوض لینا بالکل جائز نہیں ہے۔

وکالت کے شرائط:

مندرجہ ذیل میں وکالت سے متعلق تمام شرائط پر تفصیلی بحث کی جائیگی جس میں مؤکل، وکیل اور مؤکل بہ کے شرائط خاصۃً ملحوظِ نظر رکھے جائیں گے:

مؤکل کے شرائط:

1: پہلی شرط یہ ہے کہ موکل صاحبِ تصرف ہو، کیونکہ وکیل کو مؤکل کے توسط سے ہی تصرفات پر قدرت واختیار ملتا ہے اسلئے لازم ہے کہ مؤکل بذاتِ کو داس تصرف کا مالک ہو تاکہ کسی اور شخص کو اس کا مالک بنا سکے۔ اگر مؤکل کو خود کو تصرف کی ملکیت حاصل نہ ہو گی تو وہ کسی اور شخص کو کس طرح تصرف منتقل کر سکتا ہے۔

2: دوسری شرط یہ ہے کہ مؤکل کیلئے ضروری ہے کہ وہ ایسا شخص ہو جو کہ عقد کو سمجھتا ہو، اور عقد کو سمجھنا وکیل کی اہلیت کے شرائط میں سے ایک شرط ہے، اسلئے پاگل اور مجنون کی وکالت درست نہیں ہے، کیونکہ ان میں عقد کے سمجھنے کی صلاحیت مفقود ہے۔ اور ان کے اندر تو اپنے ذات پر بھی تصرفات کا اختیار حاصل نہیں ہے۔ اسی طرح سمجھدار بچہ کہ اسکو بھی اپنے ذات پر تصرفات کا اختیار نہیں ہوتا ہے، جیسا کہ اسکا طلاق دینا، آزاد کرنا، ہبہ کرنا اور صدقہ کرنا اور وہ تمام تصرفات جن کا تعلق نقصان کے ساتھ ہے نافذ نہیں ہوتے ہیں، لیکن وہ تصرفات جن کا تعلق نافذ کرنے ساتھ ہوتا ہے وہ اس بچے کے نافذ کرنے سے نافذ ہو جاتے ہیں، جیسا کہ ہدیہ قبول کرنا، اپنے ولی کی اجازت کے بغیر صدقہ کرنا، کیونکہ یہ بچہ اپنے بڑے کی اجازت کے بغیر ان چیزوں پر تصرفات کا خود بھی مالک ہو تا ہے، اسلئے یہ کسی اور کو ان کاموں کی حوالگی اور سپردگی کر کے وکیل بنانے حق بھی حاصل کر سکتا ہے۔ باقی وہ تصرفات کہ جن میں فائدہ اور نقصان دونوں کا احتمال ہے، جیسا کہ بیع وشراء اور اجارہ تو اگر وہ صبی ایسا ہے جو کہ مأذون لہ فی التجارۃ ہے تو پھر یہ ان معاملات میں کسی اور کو وکیل بنا سکتا ہے، کیونکہ ان معاملات میں اسکو بھی تصرفات کا اختیار حاصل ہے۔

وکیل کے شرائط:

علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں: وأما الذی یرجع إلی الوکیل فهو أن یکون عاقلا، فلا تصح وکالة المجنون، والصبی الذی لا یعقل، لما قلنا[24]

ترجمہ: وکیل کا عاقل ہونا ضروری ہے، اسلئے پاگل اور اور صبی کا وکالۃ درست نہیں ہے، جیسا کہ اسکی تشریح ماقبل میں گذر چکی ہے۔

وقال الشافعیؒ وکالة الصبی غیر صحیحة؛ لأنه غیر مکلف[25].

ترجمہ: امام شافعی کے ہاں صبی کا وکالۃ درست نہیں ہے، کیونکہ یہ غیر مکلف ہے۔

(ولنا) ما روی أن رسول اللهﷺلما خطب أم سلمة قالت: إن أوليائی غيب يا رسول الله فقال: صلى الله عليه وسلم ليس فيهم من يكرهنی ثم قال لعمرو ابن أم سلمة: قم فزوج أمك منی فزوجها من رسول اللهﷺ وكان صبيا[26].

ترجمہ: احناف کے ہاں بچے کے وکیل بننے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اسکی دلیل آپؐ کا وہ قول ہے کہ جس میں آپؐ نے حضرت ام سلمہؓ کو نکاح کا پیغام بھیجا تھا، لیکن انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ میرے اولیاء موجود نہیں ہیں تو آپؐ نے فرمایہ کہ ان میں کوئی بھی ایسا شخص نہیں جو کہ مجھے ناپسند کرے اسکے بعد آپؐ نے حضرت عمرو بن ام سلمہؓ کو کہا تم اپنی والدہ کا نکاح مجھ سے کرادو تو انہوں نے آپؐ کا نکاح اپنی والدہ سے کرادیا تھا، حالانکہ وہ اس وقت بچے تھے تو اسے ثابت ہوا کہ بچہ وکیل بن سکتا ہے۔

وكذا ردة الوكيل:لا تمنع صحة الوكالة؛ فتجوز وكالة المرتد،بأن وكل مسلم مرتدا؛لأن وقوف تصرفات المرتد؛لوقوف ملكه والوكيل يتصرف فی ملك الموكل،وإنه نافذ التصرفات.وكذا لو كان مسلما وقت التوكيل، ثم ارتد، فهو على وكالته لما قلنا إلا أن يلحق بدار الحرب، فتبطل وكالته[27].

ترجمہ: وکیل کے مرتد ہونے سے وکالت کے احکام پر کوئی اثر نہیں پڑتا، کیونکہ مرتد کے تصرفات موقوف ہیں اسکے ملک میں آنے کے وقوف پر اور وکیل اپنے مؤکل کے ملک میں تصرفات کرتا ہے، یہی تصرفات کو نافذ کرنے والا ہے۔

کیا وکالت کے درست ہونے کیلئے یہ ضروری ہے کہ وکیل کو معلوم ہو کہ اس نے وکالت کی ذمہ داری اپنے ذمے لی ہے؟

صاحبِ بدائع الصنائع لکھتے ہیں:

(وأما) علم الوكيل: فهل هو شرط لصحة الوكالة؟ لا خلاف فی أن العلم بالتوكيل فی الجملة شرط، إما علم الوكيل، وإما علم من يعامله حتى أنه لو وكل رجلا ببيع عبده، فباعه الوكيل من رجل قبل علمه، وعلم الرجل بالتوكيل، لا يجوز بيعه حتى يجيزه الموكل، أو الوكيل بعد علمه بالوكالة؛ لأن حكم الآمر لا يلزم إلا بعد العلم بالمأمور به، أو القدرة على اكتساب سبب العلم بالمأمور به، كما فی أوامر الشرع[28].

ترجمہ: تمام فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تمام معاملات میں "علم" ضروری ہے چاہے وہ وکیل کو اپنی وکالت کی ذمہ داری نبھانے کا علم ہو یا جس کے ساتھ کسی بھی قسم کا کوئی بھی معاملہ کیا جائے اس کے علم میں اس بات کا لانا انتہائی ضروری ہے حتیٰ کہ اگر کسی نے کسی شخص کو اپنے غلام بیچنے کا وکیل بنایا پھر وکیل نے اس غلام کو اپنے مؤکل کے علم میں لانے سے پہلے ہی بیچ دیا تو یہ بیع جائز نہیں ہے حتیٰ کہ مؤکل اس کے نفاذ کی اجازت نہ دیدے۔ وکیل نے اگر کسی اور کو اپنا وکیل بنایا تو اس میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہے لیکن دوسرے وکیل نے پہلے وکیل کے علم میں لائے بغیر کوئی بھی معاملہ کیا تو اس معاملے کا نفاذ اسکے مؤکل کی اجازت پر موقوف ہو گا۔ وہ اجازت دے دیگا تو تمام معاملات نافذ ہو جائینگے۔

مؤکل بہ کے شرائط:

علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

(وأما) الذی یرجع إلی الموکل، فإنه یرجع إلی الموکل به، فإنه یرجع إلی بیان ما یجوز التوکیل به، وما لا یجوز[29]

ترجمہ: مؤکل بہ کے وہی شرائط ہیں جو کہ مؤکل کے شرائط ہیں۔ جو شرائط مؤکل کیلئے جائز ہیں وہی مؤکل بہ کیلئے بھی جائز ہیں اور جو شرائط مؤکل کیلئے جائز نہیں وہی شرائط مؤکل بہ کیلئے بھی جائز نہیں ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر وھبۃ الزحیلیؒ لکھتے ہیں: لایکون الموکل فیه من الأمور المباحة: .....الخ[30]۔ شرطِ اول: مؤکل بہ کے شرائط میں سے پہلی شرط یہ ہے کہ جس چیز کی وکالت کی جارہی ہو وہ اُمورِ مباحات میں سے نہ ہو، جیسا کہ کسی بھی آدمی کیلئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ دوسرے شخص کو لکڑی، گھاس، پانی پلانے اور ذخائر نکالنے کا وکیل بنائے، جیسا کہ تانبا، سیسہ اور جوہرات نکالنے کا۔ پھر بھی اگر کسی کو ان مذکورہ اشیاء کا کسی دوسرے کو وکیل بنایا گیا تو وہ تمام چیزیں وکیل کی ہونگی مؤکل کی کوئی چیز نہ ہوگی۔ یہ شرط امام ابو حنیفہ کے ہاں ہے۔ جمہور کے ہاں اور امام شافعی کے ظاہری روایت کے مطابق مذکورہ اشیاء میں وکالۃ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ان اشیاء کے منافع میں بغیر کسی فرق کئے ہوئے وکیل اور مؤکل کے درمیان ہر ایک کی اجرت کے مابین تقسیم کئے جائینگے کیونکہ مباح اشیاء کی ملکیت بھی ملکیت کے اسباب میں سے ایک سبب ہے، اسلئے یہ بیع وشراء کے مشابہ ہیں جسکی وجہ سے اسمیں بھی توکیل صحیح ہے۔

شرطِ دوم: جس چیز کی وکالت کی جارہی ہو وہ مؤکل کی ملکیت میں ہو، کیونکہ جو چیز وکیل کی ملکیت میں نہ ہوگی اس میں اسکو تصرف کرنے کا اختیار نہ ہونے کی وجہ سے وہ کسی اور کو اس چیز کے حوالے کرنے پر کیسے قدرت رکھ سکتا ہے۔ اس میں سب کا اتفاق ہے۔

شرطِ سوم: مؤکل بہ کسی طرح سے معلوم ہو اس وجہ سے کہ اس میں کسی قسم کا کوئی بڑا دھوکہ نہ ہو۔ یہ امام شافعی کے ہاں شرط ہے۔

شرطِ چہارم: مؤکل فیہ کسی سے قرضہ نہ لیا گیا ہو مثلاً کسی شخص نے کسی دوسرے آدمی کو وکیل بنایا اور اسکو کہا کہ وہ کسی آدمی سے مؤکل کیلئے کوئی مال قرضے پر لے، وکیل نے کسی سے کہا کہ مجھے اتنا قرضہ دو اور اس آدمی نے اتنا قرضہ دیدیا تو اس صورت میں وہ قرضہ وکیل کا ہوگا نہ کہ مؤکل کا، لیکن یہی طریقہ بھیجنے کے ذریعے صحیح ہو سکتا ہے کہ وکیل یہ کہے کہ فلاں نے مجھے اتنے قرضہ لینے کیلئے مجھے بھیجا ہے۔

شرطِ پنجم: مؤکل بہ امورِ مالیات میں سے ایسی چیز ہو جو کہ نیابت کو قبول کرے۔ عباداتِ بدنیہ محضہ میں وکالۃ صحیح نہیں ہے، جیسا کہ نماز، روزہ اور حدث اصغر سے طہارت حاصل کرنے میں، کیونکہ ان سے مقصود مشقت برداشت کرنا اور نفس کو تھکانا جو کہ توکیل سے حاصل نہ ہوگا۔ یمین میں بھی توکیل درست نہیں ہے، کیونکہ یمین سے مقصود اللہ تعالیٰ کے نام کی جلالیت اور تعظیم مقصود ہوتا ہے اور یہ امرِ شرعی ہے جو کہ توکیل سے حاصل نہیں ہو سکتی ہے۔ نکاح بالوطیء بھی توکیل درست نہیں ہے، کیونکہ نکاح سے مقصود پاکدامنی

اور اور اولاد کا نسب حاصل کرنا ہوتا ہے۔ جمہور کے ہاں وہ عبادات جن کا تعلق مال سے ہوتا ہے ان میں توکیل جائز ہے، جیسا کہ زکوٰۃ کفارہ، صدقہ، حج اور عمرہ، عاجز ہونے کے وقت اور موت کے بعد، ہدی کے ذبح کرانے میں احرام بالحج یا عمرہ میں تاوان بھرنے میں اور اضحیہ کے ذبح کرانے میں، کیونکہ ان سے مقصود اپنے اہل کو ثواب پہنچانا ہوتا ہے، لیکن مالکیہ کے ہاں حج میں توکیل جائز نہیں ہے کیونکہ اسے مقصود اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے شعائر کی تعظیم ہے، اور مال خرچ کرنا یہ امرِ عارضی ہے۔

حقوق اللہ میں وکالۃ کا حکم اور اسکی اقسام:

صاحبِ بدائع الصنائع لکھتے ہیں: والتوكيل بحقوق الله عز وجل نوعان، أحدهما بالإثبات، والثاني بالاستيفاء، ۔۔۔۔۔۔الخ۔ وكذلك الوكيل بإثبات القصاص على هذا الخلاف[31].

ترجمہ: حقوق اللہ میں توکیل کے دو اقسام ہیں: توکیل کے ذریعے کسی حق کو ثابت کرنا۔ توکیل کے ذریعے کسی حق کو پورا کرنا۔ امام اَبو حنیفہ کے ہاں حدود کو ثابت کرنے کیلئے اور قصاصات میں توکیل درست نہیں ہے، جیسا کہ حدِّ خمر اور حدِّ زنا میں، کیونکہ یہ چیزیں قاضی کے سامنے اقرار یا گواہی کے ذریعے ثابت کئے جاتے ہیں۔ اور وہ حقوق کہ جن میں خصومت کی ضرورت پیش آئے تو ان میں طرفین کے نزدیک توکیل درست ہے، لیکن امام ابو یوسف کے ہاں درست نہیں ہے۔ اور یہی اختلاف قصاصات کو ثابت کرنے میں بھی ہے۔

کونسے امور میں وکالت درست ہے؟

علامہ ابنِ قدامہ کی رائے ہے کہ خرید و فروخت وغیرہ کے معاملات میں وکیل بنانا درست ہے۔

قال: (ويجوز التوكيل في الشراء والبيع، ومطالبة الحقوق، والعتق والطلاق، حاضرا كان الموكل أو غائبا) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔الخ۔ لأن من له حق قد لا يحسن الاستيفاء، أو لا يحب أن يتولاه بنفسه[32].

ترجمہ: توکیل بالبیع والشراء درست ہے، اسی طرح حقوق کے مطالبات کیلئے بھی توکیل درست ہے، کسی غلام کو آزاد کرنے کیلئے اور کوئی آدمی اپنی بیوی کو طلاق دینے کیلئے کسی کو وکیل بنائے تو بھی توکیل درست ہے مؤکل چاہے حاضر ہو یا غائب ہو۔ ہمیں توکیل بالبیع والشراء کے عدمِ جواز میں کوئی بھی اختلاف نظر نہیں آتا ہے، کیونکہ عوام الناس کی ضرورت کے خواطر اسکو جائز قرار دیا گیا ہے، اسلئے کہ بہت سارے لوگ اس طرح ہوتے ہیں کہ پیسہ تو انکے پاس کافی ہوتا، لیکن کاروبار کرنے کو صحیح طرح نہیں جانتا اگر کاروبار کو جانتا بھی ہے تو اسکے پاس بازار جانے کیلئے ٹائم نہیں ہوتا ہے اگر ٹائم بھی ہو لیکن کاروبار کرنا اسکی شان و عظمت کے خلاف ہوتا ہے مثلاً مؤکل عورت ہو تو اسوجہ سے شریعت نے لوگوں کے آسانی کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اسکو مباح قرار دیا ہے۔ توکیل حوالہ، رہن ضمان، کفالۃ، شرکت، ودیعت، مضاربت، جعالۃ، مساقات، اجارہ، قرض، صلح، وصیت، ھبہ، وقف، صدقہ، فسخ اور ابراء میں کرنا درست ہے، کیونکہ یہ بیع کے معنیٰ میں ہیں اس لئے ان میں بھی توکیل جائز ہے۔ نکاح کے ایجاب و قبول میں بھی توکیل جائز ہے،

جیسا کہ آپؐ نے عمرو بن امیہؓ اور ابو رافعؓ کو اپنے نکاح کے قبول کرونے میں وکیل بنایا تھا۔ توکیل ضرورت کے خواطر طلاق، خلع رجعت اور عتاق میں بھی جائز ہے، اسی طرح مباحات میں بھی توکیل جائز ہے۔۔۔ الخ

خرید و فروخت کے معاملات میں وکالت کی اقسام:

صاحبِ شرح المجلہ لکھتے ہیں کہ اسکی دو اقسام ہیں: وکالہ عام۔ وکالہ خاص۔

وکالہ عام:

یہ ہے کہ مؤکل وکیل سے یہ کہے کہ: اشترِ لی ماشئت ،أو ما رأیت ،أو أی ثوبِ شئت ،أو أی دارِشئت ،أما تیسر لك من الثیاب ومن الدواب ویصح مع الجهالة الفاحشة من غیرِ بیان النوع والصفة ،والثمن ؛ لأ نه فوض الرأی الیه فیصح مع الجهالة الفاحشة[33]۔ جو تو چاہے وہ خرید کر لا جو تیری سمجھ میں آئے اور جو کپڑا، گھر، اور سواری تو چاہے خرید کر لا۔ جہالتِ فاحشہ کے ساتھ بھی بغیر کسی صفت، نوع اور ثمن بیان کئے ہوئے معاملہ کو حوالے کرنا جائز ہے۔ اس وکالہ عامہ میں اشیاء کی کولٹی یا کوانٹٹی واضح اور مبین ہو یا نہ ہو دونوں طرح جائز ہے، کیونکہ مؤکل نے وکیل کو اختیار سونپا ہے جو کہ جہالت فاحشہ کے ساتھ بھی درست ہے۔

وکالہ خاص:

مؤکل وکیل سے کہے کہ میرے لئے کوئی خاص چیز خرید کر لے آؤ، مثلاً مؤکل وکیل سے کہے کہ "اشتر لی ثوبا" یعنی میرے لئے تم کپڑے خرید کر لاؤ[34]۔

وکیل کے پاس اشیاء کا حکم:

صاحبِ معاملات المالیۃ المعاصرہ لکھتے ہیں:

ید الوکیل ید امانة ،فلایضمن ما یتلف بیده الا بالتعدی أو التقصیر[35].

ترجمہ: وکیل کے ہاتھ میں کوئی بھی چیز اسکی کوتاہی اور غفلت کے بغیر ہلاک ہو گئی تو اسپر تاوان اور ضمان نہیں آئیگا، کیونکہ اسکے ہاتھ میں جو چیز ہوتی ہے وہ امانت کے حکم میں ہوتی ہے۔

وہ اشیاء کہ جن کے ذریعے وکالہ ختم ہو جاتا ہے:

العزل، الموت، الجنون، خروجالمؤکل فیه عن ملکالمؤکل بأن یتصرف فیه ببیع أووقفِ أورهنِ أوهبةمع القبض، لأنه عزل حکما۔انتهاءالغرض من الوکالة[36].

اسلامی بینکوں میں رائج کارڈ اور وکالۃ کا طریقہ کار:

علامہ محمود عارفی صاحب لکھتے ہیں:

وتصویر ذلك أن المصرف ینوب عن اصحاب الودائع فی اتخاذ الاجراأات المتعلقة بحفظ وصیانة ودائعهم ، وکذلك اتخاذ التدابیر اللازمة لاستمثار هذه الودائع فی افضل الظروف الممکنة ویترتب علی هذاالتصویر أمران:ا۔اقرارحقالمصرففیتقاضانفقات الصیانة ومؤو نة الحفظ من أصحا ب الودائع۔ذلك ان الوکالة بمن الأمور المقررة شرعاً،وهی جائز بأجر أو بغیر اجر۔واذاسکت العاقدان فی الوکالة عند الأجر،حکم العرف۔ 2:وخلاصة کل هذاأن یکون تقاضی الفوائدعلی الودائع لدی المصارف من الأمور المحرمةشرعا.[37]

ترجمہ: بینک اصحابِ ودائع کی طرف سے وکیل ہونے کے ناطے انکی امانتوں کی حفاظت اور دیکھ بال کرنے کیلئے احکامات جاری کرتا ہے ،اسی طرح ان امانتوں کو بہتر سے بہتر طریقے کے مطابق آگے انویسٹ کرنے کیلئے انتہائی اہم منصوبے بناتا ہے۔پھر انہی منصوبہ جات بنانے پر دو طرح کی صورتیں وجود میں آتی ہیں۔1:بینک کا حق اصحابِ ودائع پر ان کی امانتوں کی حفاظت اور دیکھ بال میں اخراجات کرنے کی وجہ سے لازم ہو جاتا ہے۔اور وکالت شریعت کی طرف سے ثابت شدہ امور میں سے ایک امر ہے اس حال میں کہ یہ اجرت اور بغیر اجرت دونوں طرح جائز ہے۔اگر وکالت میں اجرت کے وقت دونوں عاقدین خاموش رہے تو عرف کے مطابق فیصلہ کر کے اجرت مقرر کر کے دی جائے گی۔2:بینک وکیل ہونے کی حیثیت سے ان امانتوں کو آگے انویسٹ کرتا ہے اور مؤکل کو اس پر کچھ مقرر شدہ سالانہ پروفٹ دیتا ہے اگر یہ پروفٹ اسلامی بینکوں میں رائج شدہ شرعی اصولوں کے مطابق ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر مروجہ سودی بینکوں کی طرف سے ہے تو شرعاً اس صورت کے حرام اور ناجائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ مذکورہ اصول سے اس بات کا بھی اثبات ہوتا ہے کہ مروجہ اسلامی بینکاری میں کارڈ ہولڈر کی حیثیت مؤکل کی ہے اور بینک کی حیثیت وکیل کی ہے تو اس صورت میں بینک ان امور کو سرانجام دینے کے عوض کچھ فیس وصول کرتا ہے جس میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔

مفتی سید باقر ارشد جدید فقہی مباحث میں تفصیل کے ساتھ کریڈٹ کارڈ کی بنیادوں کا شرعی جائزہ میں لکھتے ہیں کہ: کریڈٹ کارڈ کا معاملہ وکالہ کو شامل ہے، بینک کارڈ ہولڈر کا وکیل ہوتا ہے اور کفیل بھی۔ کریڈٹ کارڈ کو قرض کے بعد وکالت کا معاملہ بھی شامل ہے۔وکالت اس طرح ہے کہ اگر کارڈ ہولڈر کسی تاجر کے پاس کوئی خریداری کرتا ہے اور اس تاجر کو اپنا کارڈ دکھا کر کہتا ہے کہ وہ اس کی خریدی ہوئی اشیاء کی قیمت بینک سے وصول کرلے تو یہاں بینک اس کارڈ ہولڈر کا وکیل ہوا کہ وہ اس تمام قیمت یا بلوں کی وصولیابی اور ان کی ادائیگی کا پابند ہوتا ہے۔

جائز تصرف میں کسی شخص کو اپنا قائم مقام یا نائب بنانے کو وکالت کہتے ہیں، اس اعتبار سے کریڈٹ کارڈ کے معاملہ میں قرض کی رقم بینک کے قبضہ میں ہوتی ہے اور کارڈ ہوا کے وکیل کی حیثیت سے اس کے تمام بلوں کی ادائیگی کرتا ہے۔بالعکس وہ تاجر حضرات کا بھی وکیل بن کر کارڈ ہولڈر سے رقم وصول کرتا ہے، اس لحاظ سے بینک کارڈ ہولڈر اور تاجروں کا وکیل ہوتا ہے، یہ صورت جائز ہے، اس کے جواز میں فقہاء کا کوئی اختلاف نہیں ہے[38]۔

حواشی وحوالہ جات

[1]امام سرخسی ، المبسوط، امام ابي بكر محمد بن احمد السرخسي،دار المعرفة بيروت ،ج7،ص5

[2]علامہ کاسانی ،بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، علاء الدین ابو بکر بن مسعود بن احمد الكاسانی الحنفی ,دار الكتب العلمية الطبعة الثانية 1406ھ1986م،ج5،ص15وایضاً فی ردالمختار,مکتبہ العلمیہ،ج8،ص 239

[3]علامہ کاسانی ،بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، علاء الدین ابو بکر بن مسعود بن احمد الكاسانی الحنفی ،ج5،ص15

[4]ایضا

[5]البلخی،فتاوہ ہندیہ،لجنة علماء براسة نظام الدين البلخی،دار الصادر الطبعة الثانية، 1310ھ،ج3،ص560

[6]علامہ فخر الدین،کنز الدقائق،عثمان بن علی بن محجن البارعی فخر الدين الزيلعي الحنفی،المكتبة العصرية ج5،ص88

[7]علامہ کاسانی ،بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، علاء الدین ابو بکر بن مسعود بن احمد الكاسانی الحنفی ،ج5،ص15

[8]علامہ شامی،محمد امین الشہیر بابنِ عابدین،رد المحتار ،دارالکتب العلمية ،ج8،ص 240وایضافی تکملہ فتح القدیر ،دارالکتب العلمية، ج8،ص3

[9]علامہ شامی، رد المحتار ،دارالکتب العلمية ،ج8،ص 239

[10]الکہف 17

[11]نساء 4

[12]ابو عبد الله محمد بن عمر بن الحسن بن الحسين التيمي الرازي الملقب بفخر الدين الرازي خطيب الري،مفاتیح الغیب التفسیر الكبير ،دار إحياء التراث العربي بيروت، ج10،ص74

[13]علامہ ابن ہمام ،فتح القدیر، ج7 ،ص500

[14] ابو محمد موفق الدين عبد الله بن احمد بن محمد بن قدامة الجماعيلي المقدسی، المغنی لابن قدامة،مکتبة القاہرة

[15]علامہ ابن ہمام ،فتح القدیر،ج8 ،ص5

[16]علامہ وہبۃ الزحیلی ، الفقہ الاسلامی وادلتہ ، دارالفکر السوریة ،ج5،ص4061....4057

[17]الاتاسی ،مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ ،شرح المجلة الفقیہ، محمد خالد الاتاسی،ج4،ص404

[18]علامہ کاسانی ،بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع،ج6،ص20

[19]شمس الدين محمد بن احمد الخطيب الشربيني الشافعي ،مغنی المحتاج إلى معرفة معاني الفاظ المنهاج،ج3،ص 241

[20]ابن نجیم ،البحر الرائق شرح کنز الدقائق، ج7،ص140

[21]علامہ زحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ ، ج5،ص4057

[22]ابن نجیم، علامہ زین الدین بن إبراہیم بن محمد ،البحر الرائق شرح کنز الدقائق،ج7،ص140

[23]علامہ ابن ہمام ،فتح القدیر،ج8 ،ص3

[24]علامہ کاسانی ،بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع،ج6،ص20

[25]ایضا

[26]ایضا

[27]ایضا

[28]ایضا

[29]ایضا

[30]علامہ زحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ ، ج5،ص698

[31]علامہ کاسانی ،بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع،ج6،ص21...20

[32]شمس الدین محمد بن احمد الخطیب الشربینی الشافعی ،مغنی المحتاج إلی معرفة معانی الفاظ المنہاج،ج3،ص65

[33]علامہ سلیم رستم باز البانی،شرح المجلہ ،داراحیاء التراث العربي بيروت، ص809.....789

[34]ایضا

[35]علامہ زحیلی،الفقہ المعاملات المالیۃ المعاصرۃبحوث و فتاوی وحلول، دارالفکر المعاصر، بیروت ،ص92

[36]ایضا

[37]محمود عارف،وہبۃ المسلم المعاصر، ، بیروت ،العدد 26 ،جمادی الأولیٰ۔ رجب1401ھ،الخدمات المصرفیۃ فی ضوء احکام الشریعۃ، ج4،ص139

[38]قاضی مجاہد الاسلام قاسمی ،جدید فقہی مباحث، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامی، کراچی، بحث و تحقیق اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کا پندرہویں سمینار منعقدہ 10۔12 مارچ 2006 میسور ،ج24، ص168....162